فیض احمد فیض کی نظم نگاری

قدیم وجدید شعری روایتوں کے امتزاج سے اردو شاعری کو ایک نیا لب ولہجہ اور ایک دلکش آہنگ عطا کرنے والے شاعر کا نام فیض احمد فیض ہے۔فیض کی شاعری کی ابتداء روایتی انداز میں ہوئی ۔اولین تخلیقات میں حسن وعشق کے موضوعات اور اپنے واردات قلبی روایتی انداز میں پیش کئے ہیں ۔اس دور کی شاعری میں وہ اختر شیرانی سے کافی متاثر نظر آتے ہیں ۔ان کے یہاں بھی وہی حسن وعشق کے ترانے اور وہی سرشاری وسرمستی ملتی ہے جو عشقیہ شاعری کے ساتھ مخصوص ہے۔"نقش فریادی" کی ابتدائی نظمیں "خدا وہ وقت نہ لائے کہ سوگوار ہوتو "اور"مری جاں اب بھی اپنا حسن واپس پھیر دو مجھ کو' اسی قبیل کی نظمیں ہیں۔یہ نظمیں ہلکی پھلکی،فکروشعور سے خالی لطیف جذبات اور نازک لمحات کی زائیدہ ہیں ۔ان میں سماجی کشمکش اور حالات کی تلخی کا احساس کم ملتا ہے ۔جذباتیت اور تخیل آرائی نے ان نظموں میں بڑی دلکشی پیدا کردی ہے۔

لیکن فیض کی شاعری کا یہ دور بہت جلد گزر گیا۔سماجی شعور نے غم محبوب کے ساتھ غم روزگار سے بھی آشنا کردیا۔ترقی پسند تحریک سے وابستگی نے سماجی شعور کو اور بھی پختگی بخشی ۔سماج میں پائی جانے والی نا آسودگی ،مایوسی اور شکست خوردگی کے احساس نے فیض کے ذہن کو بری طرح متاثر کیا اور ان کے لہجے میں بلا کی اداسی اور مایوسی پیدا ہوگئی۔یہ اثرات "نقش فریادی" کی آخری نظموں سے ہی نمایاں ہونے لگے تھے۔اور "دست صبا" میں یہ نقوش بہت واضح طور پر ابھر کر سامنے آگئے ہیں۔غم محبوب کے ساتھ غم روزگار نے فیض کی شاعری کو ایک نیا رنگ وآہنگ عطا کیا اور کہیں کہیں یہ نیا غم ،غم عاشقی پر ترجیح بھی پانے لگا اور فیض کو اپنے محبوب سے مخاطب ہوکر کہنا پڑا

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا　　　　راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

"چند روز اور مری جان فقط چند ہی روز" اور "سوچ" وغیرہ نظموں میں غم روزگار کے اثرات بہت واضح طور پر نظر آتے ہیں ۔ان نظموں میں غم عشق اور غم روزگار بیک وقت پہلو بہ پہلو موجود ہیں ۔ابھی فیض کو غم زمانہ کو غم محبت میں ڈھال لینے کا سلیقہ نہیں آیا تھا۔جس کی وجہ سے کہیں کہیں ان نظموں میں بے کیفی پیدا ہوگئی ہے ۔خاص طور سے جہاں زندگی کی سنگین حقیقتوں کا بیان ہوا ہے وہاں فن بری طرح مجروح ہوا ہے۔یہ شعر کتنا سپاٹ اور شعریت سے خالی ہے ۔

جب کبھی بکتا ہے بازاروں میں مزدور کا گوشت　　　شاہراہوں پہ غریبوں کا لہو بکتا ہے

لیکن فیض کے یہاں یہ رنگ بس چند مقامات پر نظر آتا ہے۔ ترقی پسند تحریک سے تعلق رکھنے کے باوجود فیض تخلیقی عمل میں اپنے ہمعصر ترقی پسند شعراء سے مختلف نظر آتے ہیں۔ وہ انقلاب پسند ہونے کے باوجود انقلابی شاعری نہیں کرتے۔ ان کے یہاں جھلاہٹ، نعرہ بازی اور خطیبانہ شان نہیں پیدا ہونے پاتی۔ ہاں کہیں کہیں طنز کی نشتریت ضرور محسوس ہوتی ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ فیض کو غم روزگار کو بھی غم محبوب ہی کی طرح پیش کرنے کا سلیقہ آ گیا تھا۔ اور اس کے لئے بھی وہی تشبیہات و استعارات اور علامتیں استعمال کرنے لگے تھے جو عشقیہ مضامین کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ''صبح آزادی'' ''اے دل بیتاب ٹھہر'' ''ہم لوگ'' اور ''میرے ہمدم میرے دوست'' جیسی نظمیں اس سلسلے میں بطور مثال پیش کی سکتی ہیں۔ ذیل کے اشعار میں دونوں غموں کی ہم آہنگی نے بلا کی کشش اور اپیل پیدا کر دی ہے۔

بجھا جو روزن زنداں تو دل یہ سمجھا ہے　　　کہ تیری مانگ ستاروں سے بھر گئی ہوگی

چمک اٹھے ہیں سلاسل تو ہم نے جانا ہے　　　کہ اب سحر ترے رخ پر بکھر گئی ہوگی

فیض کی شاعری میں خلوص اور عمل کی خواہش اور ان کا زندگی سے بھرپور لہجہ بڑی توانائی اور رتب وتاب پیدا کر دیتا ہے۔ ان کے یہاں بڑی رجائیت نظر آتی ہے۔ حالانکہ بگڑے ہوئے حالات انہیں تھوڑی دیر کے لئے اداس ضرور کر دیتے ہیں لیکن وہ مایوس نہیں ہوتے۔ وہ ماحول کے سارے زہر کو اپنی روح میں جذب کر کے امرت کی شکل میں دنیا کو لوٹا دیتے ہیں۔ ان کا لہجہ کبھی تلخ نہیں ہوتا۔ کہیں کہیں جذباتی آمیزش نے ان کی نظموں میں سوز و گداز بھی پیدا کر دیا ہے۔ 'نشاط کرب' کی یہ کیفیت ان کے اشعار میں بڑی دلآویزی پیدا کر دیتی ہے۔ ''سحر'' ''ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے'' ''نثار میں تری گلیوں کے'' اور ''زندگی کی ایک صبح'' جیسی نظموں میں رجائیت، روشن مستقبل کی راہ میں ملنے والے زخموں کی چاہت اور نشاط کرب کی کیفیت کا اظہار فیض نے بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔

صبا نے پھر در زنداں پہ آ کے دی دستک　　　سحر قریب ہے دل سے کہو نہ گھبرائے

فیض کی نظمیں ان کی فنکارانہ بصیرت کا پتہ دیتی ہیں۔ فیض نے ماضی کے ادبی ورثے اور کلاسیکی روایات سے

انحراف کرنے کی بجائے ان سے خاطر خواہ استفادہ کیا، نیز ادبی روایات اور لسانی وصوتی موزونیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے نئی نئی تراکیب ،امیجریز اور تشبیہات ایجاد کیں ۔مثلاً 'بہار شمائل' عنبریں آنکھیں' شب گزیدہ سحر' جیسی امیجریز فیض کی تخلیقی صلاحیت کی آئینہ دار ہیں ۔بعض اشعار میں فنی اور عروضی غلطیاں یقیناً ہوئی ہیں جن کی نشاندہی اثر لکھنوی اور دیگر ناقدین نے کی ہیں لیکن فیض نے جس شاعرانہ صداقت اور جمالیاتی کیفیت سے اپنی شاعری کو زندگی اور تابندگی بخشی ہے،اس کو دیکھتے ہوئے ان معمولی تسامحات سے فیض کی عظمت پر کوئی آنچ نہیں آتی ۔

☆☆☆